© rasailojaraid.com

اسلامی ریاست میں

الیکٹرانک میڈیا کی ذمہ داریاں

پروفیسر عمر حیات انصاری گورنمنٹ کالج فیصل آباد

عصر حاضر کی سائنسی ایجادات میں سے الیکٹرانک میڈیا (برقی ذرائع ابلاغ) انسان کی خداداد صلاحیتوں کا بہت ہی انوکھا اور حیرت انگیز کرشمہ ہے۔ جس کے باعث پوری دنیا اپنے تمام تر پھیلاؤ کے باوجود سمٹ کر گویا ایک ہی علاقے کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ جسے جدید اصطلاح میں "Global Village" کا نام دیا جا رہا ہے۔ جس میں ہر ایک کو ہر ایک کی خبر ہو۔ دنیا بھر میں مختلف حوالوں سے جو کچھ ہو رہا ہے۔ الیکٹرانک میڈیا کی بدولت ہر شخص گھر بیٹھے ہر قسم کے حالات و واقعات سے بخوبی واقفیت حاصل کر رہا ہے۔

ذرائع ابلاغ، بالخصوص الیکٹرانک میڈیا لوگوں کی معمول کی زندگی کا لازمی حصہ بن چکے ہیں اور انسانی زندگی میں ان کا گہرا اثر اور اہم کردار دیکھنے میں آرہا ہے۔ چونکہ انسان کے اندر تفریح اور جستجو کی خواہش فطری طور پر موجود ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ تفریح و جستجو کیسی ہو، ریڈیو اور ٹیلی ویژن اس کا سامان فراہم کرتے ہیں جس میں لوگ اپنی اپنی پسند کے مطابق دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں۔ ان سامعین و ناظرین میں بالعموم ہر عمر اور ہر طبقے کے لوگ شامل ہیں۔

دین اسلام جو دین فطرت اور کامل و اکمل نظام فکر و عمل ہے، ہر فرد اور ادارے پر کچھ ذمے داریاں عائد کرتا ہے جن سے عہدہ بر آء ہونا اہل ایمان و اسلام پر لازم ہو جاتا ہے۔

> اسلامی ریاست کے نشریاتی ادارے ہونے کی حیثیت سے ان پر لازم ہے کہ وہ اپنا سارا لائحہ عمل اسلام کے تقاضوں کے مطابق مرتب کریں۔

کیونکہ ان کا اول و آخر تشخص دین اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ اسلامی معاشرے کے ہر فرد کے لئے از حد ضروری ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں سے کماحقہ آگاہی حاصل کرنے کے لئے دین اسلام کی تعلیمات کا بغور اور غیر جانبدارانہ مطالعہ کرے اور احساس ذمہ داری کے تحت اپنے کردار و عمل کا جائزہ لے اور اسے اسلام کے پیش کردہ معیار کے مطابق ڈھالنے کی پوری کوشش کرے۔

قرآن و حدیث میں اخروی زندگی کے حوالے سے جوابدہی کا تصور اجاگر کرتے ہوئے بار بار تاکید آئی ہے کہ انسان اپنی ذمہ داریوں سے لاپرواہی نہ برتے ورنہ اسے سخت ترین مواخذے اور محاسبے کے عمل سے گذرتے ہوئے خوفناک انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔

"یا ایھا الناس انما بغیکم انفسکم متاع الحیٰوۃ الدنیا ثم الینا مرجعکم فننبئکم بما کنتم تعملون۔" (سورہ یونس ۲۳)

ترجمہ:- لوگو! تمہاری بغاوت کا وبال تمہارے ہی اوپر ہے۔ تم دنیا کی زندگی کا فائدہ اٹھالو۔ پھر تو تم کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے پھر ہم تمہیں بتائیں گے جو کچھ تم کرتے رہے ہو۔

بات یہ ہے کہ کوئی نظر انداز کر دے یا ٹھکرا دے یہ اور بات ہے ایسا کرنے سے فطرت کے اصول نہیں بدلتے، ان کو تسلیم کرنا ہی انسان کی اصل سعادت مندی اور کامیابی کی ضمانت ہے۔

ہر شخص کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس کی کوئی نہ کوئی ذمہ داری ضرور ہے۔ اس کی نوعیت میں تو فرق ہو سکتا ہے لیکن اس سے مستثنیٰ کوئی نہیں۔

صاحبان علم و دانش جو دوسروں کو ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کرنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ ان کی ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ پہلے وہ خود فرض شناسی کا عملی مظاہرہ کریں اس لئے کہ غالبا وہ دوسروں کی نسبت زیادہ جوابدہ ہیں۔ حضور پیغمبر اسلام محمد رسول

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک میں ہر ایک کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ:

"کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیّته۔"

(صحیح بخاری و مسلم)

اسلامی ریاست کے معرض وجود میں آنے کا بنیادی مقصد دین اسلام کے اصول "امر بالمعروف و نهی عن المنکر" کے عملی نفاذ کے ذریعے معاشرے کو جرم و گناہ سے پاک کرنا اور نیکی و پارسائی سے آراستہ کرنا ہوتا ہے۔ اس عظیم مقصد کا کماحقہ حصول ہی اسلامی حکومت کا اوڑھنا بچھونا ہوتا ہے اور اس کی عملی مثالیں نہ صرف عہد رسالت مآب ﷺ اور خلافت راشدہ بلکہ بعد کے ادوار میں بھی موجود ہیں۔

چنانچہ یہ توقع فطری ہے کہ کلمہ اسلام کی بنیاد پر قائم ہونے والی حکومت برائی اور جرائم کے سد باب کے لئے خلوص نیت کے ساتھ اپنی تمام تر توانائیوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لائے اور اصلاح معاشرہ کے لئے کوشاں رہے۔ اس سلسلے میں رسول اللہؐ کے اس ارشاد گرامی میں ہمارے لئے بہت سا سامان فکر و نظر ہے:

"من رایٰ منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه و ذالک اضعف الایمان۔" (مشکوۃ المصابیح)

حکومت وقت چونکہ صاحب اقتدار و اختیار ہوتی ہے۔ اس کے پاس نہ صرف قوانین ہوتے ہیں بلکہ قوت نافذہ بھی۔ لہذا اسلامی حکومت کے لئے فریضہ "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" سے انحراف کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

"امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کا دائرہ بہت وسیع ہے اس کا دوسرا نام فریضہ دعوت و تبلیغ دین ہے۔ اس حوالے سے کہ یہ اہم ترین فریضہ سب سے پہلے اسلامی حکومت پر عائد ہوتا ہے۔ ایک اسلامی ریاست کے ذرائع ابلاغ کو اس سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ اسلامی ریاست کے تو تمام تر شعبے اور ادارے مشترکہ طور پر اس بات کے پابند ہیں کہ وہ معاشرے میں اسلامی تشخص کو اجاگر کرنے میں باہم مدد و معاون بنیں۔ لہذا جس ادارے کا قیام ہی بنیادی طور پر ابلاغ کے لئے عمل میں آیا ہو۔ اس پر یہ ذمے داری کس حد تک عائد ہوتی ہے۔ ایک اسلامی مملکت میں یہ باتیں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

اس وقت موضوع تحریر چونکہ "الیکٹرانک میڈیا" ہے جو موثر ترین ذرائع ابلاغ ہیں۔ لہذا اسلامی ریاست میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن جیسے قومی اداروں کے کردار کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

دین اسلام جہاں پر فرد مسلم سے عمل صالح یعنی حکم الٰہی کی تعمیل کا متقاضی ہے وہاں امت مسلمہ کے اندر ایک ایسے گروہ کو ناگزیر قرار دیتا ہے جو نا صرف خود احکام و قوانین اسلام پر پابند ہو بلکہ دوسروں کو بھی اسلامی زندگی کی دعوت دے تاکہ امن و سلامتی سے بھر پور معاشرہ تشکیل پا سکے۔

و لتکن منکم امة یدعون الی الخیر۔۔۔ (سورۃ آل عمران ۱۰۴)

ایسا گروہ یقیناً علمائے امت' اساتذہ کرام اور مفکرین پر مشتمل ہے جس کی طرف قرآن حکیم نے واضح اشارہ کیا ہے۔

چونکہ ذرائع ابلاغ سے وابستہ لوگ "Intellectuals" کہلاتے ہیں' علم و دانش کے دعویدار اور تعلیم و تفریح کے علمبردار ہوتے ہیں۔ گویا ان کا شمار بھی علماء و اساتذہ اور مفکرین میں ہوتا ہے۔ جن پر دین اسلام نے ابلاغ دین کی خصوصی ذمہ داری عائد کی ہے جو بہت بڑا اعزاز ہے۔ اس حوالے سے ایک اسلامی ریاست کے الیکٹرانک میڈیا کے ذمے داران سے یہ توقع رکھنا ایک فطری بات ہے کہ وہ ریاست کے ان اہم اداروں کے اصل ابلاغی کردار یعنی "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کو اجاگر کریں۔

سید ابوالحسن علی ندوی "حدیث پاکستان" میں رقم طراز ہیں کہ:

"عصر جدید میں عالم اسلام کے علماء' جامعات کے اساتذہ اور پروفیسر صاحبان اور ہمارے قانون دان اور ادیب و دانشور طبقے کی ایک ذمے داری تو یہ ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ یہ دین جہالت کے بطن سے اور فوجی طاقت سے نہیں پیدا ہوا ہے۔۔۔۔ وحی سے پیدا ہوا ہے' زمانے کا ساتھ دے سکتا ہے۔ یہ تمدن کی راہنمائی کر سکتا ہے۔" (حدیث پاکستان' سید

برقی ذرائع ابلاغ لوگوں کی دلچسپی کی وجہ سے مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح کریں تو بہت جلد اصلاح ممکن ہے اور یہ لازم بھی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریات اسلام، کراچی ص ۶۱، ۶۲)

چنانچہ ایک اسلامی ریاست کے دانشور طبقے کے اہم نمائندہ ہونے کی حیثیت سے نشریاتی اداروں پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنا سارا لائحہ عمل اپنے دین کے تقاضوں کے تحت مرتب کریں۔

اسلامی زندگی کا انحصار درست عقیدہ و ایمان پر ہے۔ حضور پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ ﷺ نے دعوت اسلام کا آغاز اصلاح عقیدہ سے فرمایا تھا اور پھر پوری مکی زندگی صرف اس بات پر صرف ہوئی کہ:

ایھا الناس قولوا لا اله الا الله تفلحوا۔

گویا انسانی کردار و عمل میں بنیادی حیثیت عقیدہ و ایمان کو حاصل ہے اور اصل عظمت کردار اور فوز و فلاح صحیح عقیدے کے ساتھ وابستہ ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم انسان کو بار بار اس طرف متوجہ کرتا ہے:

یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم و الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ (سورة البقرہ ۲۱)

بدقسمتی سے آج کا معاشرہ بھی ضعیف الاعتقادی کا شکار ہے۔ توھم پرستی کی وجہ سے بہت سی خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں اور سائنسی ترقی اور "روشن خیالی" کے دعوے کے باوجود حقیقت سے انحراف کا رجحان پایا جاتا ہے۔

> **رقص و سرود، فحاشی و عریانی، اختلاط مرد و زن اور جنسی آوارگی تنزلی کا سبب ہے جسے ایک سازش کے تحت مسلم معاشرہ میں دھکیلا جا رہا ہے۔**

اس صورت حال میں ضرورت اس امر کی ہے کہ اہل فکر و دانش اپنا بھرپور کردار ادا کریں اور عوام الناس کو ضعیف الاعتقادی کے نقصانات سے آگاہ کریں۔

برقی ذرائع ابلاغ (ریڈیو، ٹیلی ویژن) اس سلسلے میں بہت موثر کردار ادا کر سکتے ہیں اس لئے کہ لوگ ان میں دلچسپی لیتے ہیں لہذا ان کے اس رجحان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کی دلچسپی کو اگر اسلامی زندگی سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی جائے تو اصلاح عقیدہ کے مقصد کے حصول میں بہت مدد مل سکتی ہے اور سادہ لوح مسلمان باطل عقائد و نظریات سے دامن بچانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ضروری ہے کہ بحیثیت مسلم اس بات کی اہمیت کو محسوس کیا جائے۔

ڈاکٹر مسکین حجازی لکھتے ہیں:

"پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔ اس کا اساسی نظریہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کو ایک منفرد سانچے میں ڈھالنے کا متقاضی ہے۔ لہذا اس اساسی نظریے سے وفاداری اور وابستگی یہ تقاضا کرتی ہے کہ ابلاغ عالم کے ذرائع اس مقصد کی تکمیل کے لئے کام کریں جو ہمارے نظریہ حیات کی بنیاد ہے۔" (پاکستان میں ابلاغیات، ڈاکٹر مسکین حجازی، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۰ء ص ۸۱)

عالم اسلام کو درپیش مختلف مسائل میں سے تہذیب و ثقافت ایک اہم چیلنج ہے۔

یورپین اور دیگر غیر مسلم اقوام نے تہذیب و ثقافت کے نام پر بہت بھیانک کھیل رچا رکھا ہے۔ جس میں منفی اور انسانیت سوز ہر رجحان شامل ہے۔ رقص و سرود، فحاشی و عریانی، اختلاط مرد و زن اور منشیات کی لعنت اس تہذیب کے نمایاں خدوخال ہیں۔ نتیجہ مغربی معاشرہ اخلاقی باختگی اور جنسی آوارگی کا گڑھ بنا ہوا ہے۔

المیہ یہ ہے کہ غیر مسلم اقوام بالخصوص یہود و ہنود اپنی ازلی اسلام دشمنی کے تحت اپنا تہذیبی ناسور مسلم معاشرے میں پھیلا رہی ہیں۔ اسے خوشنما رنگوں اور ناموں کے ساتھ پیش کر کے نوجوان مسلم کی دلچسپی کا سامان بنایا جا رہا ہے۔ تاکہ اس کے اندر سے روح اسلامی، قوت ایمانی اور حمیت دینی نکال دی جائے اور وہ ایک ایسے نام نہاد مسلمان کی حیثیت سے زندہ رہے جس میں باطل کا مقابلہ کرنے کی جرات و طاقت نہ ہو۔ دشمن اپنے مذموم مقصد میں بہت حد تک کامیاب جا رہا ہے۔

علامہ محمود شلتوت مصری اسلام دشمنوں کی اس سازش کے بارے میں لکھتے ہیں:

"انہوں نے منظم طور پر ہمارے عقائد پر یورش کر کے ہمیں تمدنی اور معاشرتی برائیوں کے متعلق اسلامی احکام کو پس پشت ڈالنے پر آمادہ کر لیا ہے۔" (الاسلام، علامہ محمود شلتوت مصری، ترجمہ سید عبدالرشید ندوی، نفیس اکیڈمی کراچی ص ۲۴۷)

تہذیبی کشمکش کی اس تشویشناک صورت حال میں ہمیں اپنا دفاع کرنا ہے۔ اپنی روح کا باقی رکھنا ہے اور اپنے تشخص کو بچانا ہے۔ ہمیں اپنے نوجوان مسلم کو بتانا ہے کہ اسلامی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تہذیب ایک پاکیزہ اور متبرک تصور کے ساتھ وابستہ ہے جو سراسر شرم وحیاء' عفت وپاکدامنی اور احترام انسانیت سمیت تمام اعلی و ارفع اخلاقی قدروں پر مبنی ہے۔لہذا القول اقبالؒ ۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسولؐ ہاشمی

معلوم ہونا چاہئے کہ رقص وسرود' فحاشی وعریانی' اختلاط مردوزن اور جنسی آوارگی قانون فطرت سے انحراف ہے جو غیر مسلم معاشرے کی پیداوار ہے۔ جسے ایک گھناؤنی سازش کے تحت مسلم معاشرے میں دھکیلا جا رہا ہے۔کیونکہ غیر مسلموں بالخصوص یہودو ہنود کی اسلامی دشمنی مسلمہ ہے۔ قرآن حکیم میں یہودیوں کے منفی اور اسلام دشمن رویوں کی وضاحت مختلف مقامات پر ملتی ہے:

”ودت طائفة من اهل الكتاب لو يضلونكم“.
(آل عمران ٦٩)

ترجمہ :- یہودو نصاریٰ میں سے ایک گروہ کی شدید خواہش ہے کہ تم (اہل ایمان) کو گمراہ کر دے۔

اس سازش کو موثر بنانے میں مغربی ذرائع کا بڑا ہاتھ ہے اور المیہ یہ ہے کہ ہم میں سے کچھ سادہ لوح اور کچھ ناعاقبت اندیش لوگوں کی وجہ سے اسلامی معاشرے میں اس سازش کی حوصلہ افزائی ہو رہی ہے۔۔۔ یہ صورت حال ایک اسلامی ریاست کے ذرائع ابلاغ اور بالخصوص الیکٹرانک میڈیا کے ارباب اختیار کو بھی لمحہ فکریہ فراہم کرتی ہے اور بہت ضروری ہے کہ وہ اس حوالے سے بطور خاص جائزہ لیں اور اسلامی تہذیب کے تقدس کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے وسیع تر مفہوم کو اجاگر کریں اور اسے مغربی پروپیگنڈا کی آلودگی سے بچانے میں اپنا اسلامی کردار ادا کریں۔ اس بات کو سمجھنا بہت ضروری ہے کہ :

سارا غیر مسلم عالمی میڈیا کفر کے خلاف برسرپیکار مجاہدین اسلام کو دنیا کے سامنے دہشت گرد بنا کر پیش کر رہا ہے۔اس کا موثر جواب اسلامی میڈیا کی ذمہ داری ہے۔

”اسلامی ثقافت بنیادی طور پر قرآنی ثقافت ہے۔ یہ معاش و معاد' حلال و حرام اور ناجائز غرض تمام مسائل میں قرآن کو راہنما قرار دیتے ہوئے احکام الٰہی کے سامنے کامل سپردگی کا رویہ اختیار کرتی ہے۔“ (قرآن نمبر' سیارہ ڈائجسٹ' ج ۲' ص ۴۷۷)

چنانچہ ہمارے نشریاتی اداروں کی یہ اہم ذمہ داری ہے کہ وہ بڑے فخر کے ساتھ دنیا کی کسی بھی تہذیب اسلامی کی برتری کو ثابت کریں اور اقبالؒ کے اس پیغام کے حوالے سے جلوہ دانش فرنگ کو بے نقاب کریں کہ ۔

چھوڑ یورپ کے لئے رقص بدن کے پیچ و خم
روح کے رقص میں ہے ضرب کلیم اللہ

اس وقت دنیا کے مختلف خطوں میں مجاہدین اسلام کفر وباطل کیخلاف برسرپیکار ہیں۔ یہ نہ تو دہشت گردی ہے اور نہ ہی توسیع پسندانہ عزائم' بلکہ یہ جہاد فی سبیل اللہ ہے جو اس دہشت گردی کا ردعمل ہے جو کفر کے پجاریوں اور باطل کے نمائندوں نے عالمی سطح پر برپا کر رکھی ہے۔

اس سلسلے میں اسلامی ریاست کا یہ اہم فریضہ ہے کہ مجاہدین اسلام کی عملا حوصلہ افزائی کی جائے اور نشریاتی اداروں کو اس مقدس مقصد کے لئے کماحقہ استعمال میں لایا جائے کیونکہ دین اسلام کا درس جہاد اور اس کی اہمیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ملت اسلامیہ کا وجود اور تشخص جہاد ہی کے ساتھ وابستہ ہے۔

”كتب عليكم القتال وهو كره لكم ... انتم لا تعلمون.
(سورۃ البقرہ ۲۱۶)

چنانچہ لوگوں کو جہاد کی اہمیت کا احساس دلانا اور مجاہدین اسلام کی حوصلہ افزائی کے لئے جہاد کے وسیع تر موضوع پر خصوصی پروگرام ترتیب دینا بھی اسلامی ریاست کے ذرائع ابلاغ کی اہم ذمہ داری ہے۔

اگرچہ ہمارے نشریاتی اداروں کے پروگرامز میں اسلامی نوعیت کے پروگرام بھی شامل ہیں جو خوش آئند بات ہے۔ تاہم یہ بات توجہ طلب ہے کہ اسلامی نوعیت کے پروگراموں کے ساتھ ساتھ دوسرے پروگرام جن میں رقص وموسیقی اور ڈرامے وغیرہ شامل ہیں بھی جاری رہتے ہیں جس سے اسلامی تعلیمات کا خاطر خواہ تاثر نہیں ابھرتا۔ مثال کے طور پر موسیقی کے پروگرام یا ڈرامے کے دوران اذان نشر کرنے سے اذان کا تقدس مجروح ہوتا ہے۔ یہ ایک تضاد کی کیفیت ہے جو تشویشناک ہے۔ سوچنا ہوگا کہ حق وباطل کو خلط ملط کرنا کیسا رجحان ہے؟ اسلامی اور غیر اسلامی رویوں کا اختلاط اسلامی تشخص کے سراسر منافی

بقیہ صفحہ نمبر 34 پر

© rasailojaraid.com